جواہر مُہرہ

مصنفہٗ

مولانا صفی لکھنوی مدظلہ العالی

بیادگارِ

جلسۂ آل انڈیا شیعہ کانفرنس

سنہ ۱۹۰۸ء

واجد حسین عرف کلن کے مطبع

گلشن فیض مولوی گنج لکھنؤ میں

نظیر یسین لکھنوی نے چھاپا

قیمت

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خیر مقدم

کہین ترانۂ خوش آمدید پے در پے
کہین ہے چلنے کا دورہ بجاے ساغر مے

مناسبت سے مقامات پر غرض ہر شے
وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے

کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین

جو سر ہے آج وہ شوریدۂ محبت ہے
جو دل ہے آج وہ بالیدۂ مسرت ہے

تلافیِ شبِ فرقت یہ صبحِ وصلت ہے
وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے

کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین

یہ دلفریب نظارے خدا کی قدرت ہے
ہم اور اُنسے اشارے خدا کی قدرت ہے

زمین پہ عرش کے تارے خدا کی قدرت ہے
وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے

کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین

پنج آہنگ

۱۳

خبر ہی کچھ تجھے ای باغبان گلشن پہ کیا گذری
سرِ سنبل پہ کیا گذری کفِ سوسن پہ کیا گذری

ذرا ہم بھی سُنین ای رہروانِ جادۂ ہمت
سلوکِ وادیِ پرخار سے دامن پہ کیا گذری

وفا سے اک حصارِ عافیت تمنے جو کھینچا تھا
جفا کے ہاتھ سے اُس قلعۂ آہن پہ کیا گذری

لگائے کسنے کیا کیا بدنما الزام کے دھبے
عزیزو اک مہِ کنعان کے پیراہن پہ کیا گذری

دلِ وحشی کہان جھونکے کہان بادِ مخالف کے
خبر لینا چراغِ وادیِ ایمن پہ کیا گذری

تجھے آنکھین خدا نے دی ہین دیکھ ای قومِ خوابیدہ
ستم سے خوشہ چینون کے تری خرمن پہ کیا گذری

لہو تیرا زمین پر گر کے آخر رنگ کیا لایا
شکارِ نیم کشتہ تیرے صید افگن پہ کیا گذری

نہ آیا جب دلِ غربت زدہ ناصح کی چالون مین
لباسِ رہبری پہنے ہوے رہزن پہ کیا گذری

بیان کرتے ہوے اُسکو ہمین تو شرم آتی ہے
تمھین ای دوستو پوچھو دلِ دشمن پہ کیا گذری

ترا دل جانتا ہے یا ستمگر میرا دل اُسکو
تری ٹھوکر پہ کیا گذری مرے مدفن پہ کیا گذری

کہے رکھتا ہون یہ رفتار دیکھی اچھی نہین ظالم
چلا ہے شیشۂ دل توڑ کر چین بر جبین ظالم

اگر چھیڑو تو یون چھیڑو کہ رسوائے جہان کیون ہو
سر محفل کوئی دل ٹوٹ کر ساز فغان کیون ہو

تمھاری آزمائش ہی دلیل بدگمانی ہی
اگر ہو اعتماد دوستی تو امتحان کیون ہو

خدا محفوظ رکھے کیون مرے ہمدرد بنتے ہو
تمھین ای دوستو یہ غم نصیب دشمنان کیون ہو

برا کہتے ہو یار اپنے ہی منھ سے ہمزبانون کو
خود اصلاح زبان کے مدعی پھر بدزبان کیون ہو

جدا کرتے ہو اپنی قوم کا سر ہاتھ سے اپنے
پھر اُسپر یہ قیامت ہی کہ کوئی نوحہ خوان کیون ہو

یہ مانا عالمون سے منحرف کل قوم ہو جائے
مگر یہ تو بتا دو اسقدر تم بدگمان کیون ہو

خود اپنے عالمان دین سے یہ سوء ادب توبہ
تم اتنے بادہ نخوت سے آخر سرگران کیون ہو

جب اپنے ہاتھ سے بسمل ہوئے ہو قوم کی حق مین
تو پھر قاتل نہ تم ٹھہرے مسیحائے زمان کیون ہو

کرو دنیا کو حاصل دائرہ مین شرع کے رہکر
کہ اس دنیا کے پیچھے دولت دین رائگان کیون ہو

خدارا یہ لباس دوستی مین دشمنی کیسی
تمھین نا مہربان ہو جب تو کوئی مہربان کیون ہو

مری بیمار قوم آنکھین یہ دیکھون کیا دکھاتی ہین
کہ تیری قوتین تجکو جواب اب دیتی جاتی ہین

گذشتہ سال کا بحران بھولا ہون نہ بھولونگا ۔ طبیعت کا تری ہیجان بھولا ہون نہ بھولونگا

مرے بیمار جو جو آئے تھے تیری عیادت کو ۔ کبھی اُن سب کا مین احسان بھولا ہون نہ بھولونگا

ہوے تھے جو فروکش آکے منزلگاہ مین تیری ۔ ہین ابتک یاد وہ مہمان بھولا ہون نہ بھولونگا

بنایا تھا شفاخانہ ترے تیمارداروں نے ۔ وہ اُسکا ساز وہ سامان بھولا ہون نہ بھولونگا

جہان ہوتا تھا باہم مشورہ تیرے مداوا کا ۔ عظیم الشان وہ ایوان بھولا ہون نہ بھولونگا

ڈبونے جو اُٹھا تھا قوم کا منجدھار مین بیڑا ۔ وہ ناصح تھا کہ اک طوفان بھولا ہون نہ بھولونگا

دکھایا جس ادا سے جوشِ بے ہنگام ناصح نے ۔ مین اُس انداز کے قربان بھولا ہون نہ بھولونگا

حضورِ ناصحِ مغرور تھا مُنھ کھولنا مشکل ۔ بنا تھا حلق کا دربان بھولا ہون نہ بھولونگا

وہ تقریرین تری وہ مفسدہ انگیز تحریرین ۔ وہ ہر تحریک کا عنوان بھولا ہون نہ بھولونگا

مریضانِ محبت سے کسیکے بیرخی تیری ۔ بُتِ کافر خدا کی شان بھولا ہون نہ بھولونگا

بُرائی کو بھلا سمجھے بھلائی کو بُرا سمجھے
جو ایسا ناسمجھ ہو ایسے ناصح سے خدا سمجھے

ملالِ حرفِ خاطر سنج کیونکر دل سے نکلیگا
صفی نکلیگا یہ کانٹا مگر مشکل سے نکلیگا

توقع یہ نہ تھی ہرگز کہ حرفِ دل شکن ایسا
لبِ کلکِ جنابِ ناصحِ فاضل سے نکلیگا

یہ مانا منطقی بھی فلسفی بھی آپ سب کچھ ہین
نتیجہ کونسا اس بحثِ لاطائل سے نکلیگا

جو فقرہ سخت نکلا ناصحِ ذی علم کے منھ سے
نہ ہرگز وہ زبانِ مردمِ جاہل سے نکلیگا

خدا حافظ ہی تیرا گر یہی نازک مزاجی ہی
جہان جائیگا تو ناصح اُسی محفل سے نکلیگا

یہی انداز اگر ہی سخت گیری کا تری قاتل
سمٹکر خون سارا شہرگِ بسمل سے نکلیگا

نگاہِ واپسین ڈالی جو خونگرمِ محبت نے
بجاے نالہ اک شعلہ دلِ قاتل سے نکلیگا

عقائد مین ہی جتنا نقص ای بیعت شکن تیرے
وہ فیضِ اجتہادِ مرشدِ کامل سے نکلیگا

نچھوڑ ای قوم دامن حاکمانِ شرع کا اپنے
دُرِ مقصود لسے دریاے بے ساحل سے نکلیگا

ذرا ہشیار غافل ایکدن وہ آنیوالا ہی
نفس کا کاروان جب سرحدِ منزل سے نکلیگا

رہین گے ہم نہ تیری ذات رہجائیگی دنیا مین
زبانون پر فقط اک بات رہجائیگی دنیا مین

برنگِ خار جب نشتر زبان اس باغ کے گل ہین
ترقی پر سمجھ اے قوم آثارِ تنزل ہین

یہ سب کیا ہے فقط کمزوری اخلاقِ سنجیدہ
ترے افراد جسمین مبتلا از جبر و تاکُل ہین

یہ سب کیا ہے فقط ناداری اسبابِ ہمدردی
کہ باہم تشنۂ خون ہیدریغ و بے تامّل ہین

یہ سب کیا ہے فقط ناشکری انعامِ ربانی
کہ ہنگامِ امورِ خیر پابندِ تساہل ہین

یہ سب کیا ہے فقط خمیازۂ پندارِ لایعنی
کہ اس بزمِ جہانمین قائلِ دورِ تسلسل ہین

یہ سب کیا ہے فقط افسردگی خونِ محبت کی
کہ اپنے اقربا سے دست بردارِ تکفل ہین

نہ پوچھ اے قوم اپنے منچلونکا حال اب ہمسے
شہیدِ تیغِ ابرو ہین اسیرِ دامِ کاکل ہین

صدائے نعرۂ اللہ اکبر کون سنتا ہے
خراباتِ جہانمین گوش بر آوازِ قلقل ہین

جو منھ سے پھول جھڑتے ہین وہ سب بیرنگ و بو لیکن
چہک اٹھین جہان تو سب یہی سمجھین کہ بلبل ہین

نہ پاسِ آبرو انکو نہ لطفِ گفتگو ہمکو
ہم ان باتون سے گذرے کہ جنمین جھوٹکے پُل ہین

خداوندا ہوئی اب کیا وہ راہ و رسمِ دیرینہ
یہی دل تھا جمالِ شاہدِ عصمت کا آئینہ

قطعہ

مژدہ اے قوم کہ پھر آئی ہے دل کی مراد
پیچارہ فن سے آگے ہوے والی محمود آباد
جسقدر سے ہر ز ڈیپوٹیشن نظری تھی پہلے
عملی کارروائی کی پڑی اب بنیاد

مشتاق جلسہ دوم

مطبع گلشن فیض لکھنؤ محلہ مولوی گنج باہتمام شیخ واجد حسین عرف تلن۔

قطعہ

خوشا نصیب کہ اقلیم میں خود حضور آئے

برائے علاج کو نواب رامپور آئے

پہنچ کے ہم یہ کہیں روشن دن کا صبح ہو

فروغ نام سے اب کیا چراغ طور آئے

مشق طالب علم سوم

نوٹ = صفحہ ۱۲ - سطر ۱۱ - خونخواری = غلط - بدکاری = صحیح -

نالۂ مستانہ

اے قوم مبارک ہو یہ جلسۂ سالانہ — کچھ اہلِ دل آئے ہین سُننے ترا افسانہ
ہے میکدۂ عشرت ہر گوشۂ کاشانہ — پھر جمع ہین متوالے گردش مین ہی پیمانہ

ہان ای دلِ شوریدہ اک نالۂ مستانہ

اے قوم ترقی سے تیرے ہی جو ہین شیدائی — کیونکر نہ پھرین ہر سو وہ صورتِ سودائی
اے قوم کے اقبال ای آنکھون کی بینائی — اس شوق مین آئے ہین مدّت کے تمنائی

شاید نظر آجائے پھر جلوۂ جانانہ

نقارہ گردون تک بجتی تھی تری نوبت — اسلام کی خوبی کو تھی تجھسے خصوصیت
وہ حوصلہ وہ ہمت وہ دبدبہ وہ صولت — آخر ہوئی کیا ای قوم اگلی وہ تری حالت
وہ شانِ ملوکانہ وہ شوکتِ شاہانہ

جاہ و حشم و دولت اس قوم کا حصہ تھا — علم و عمل و حکمت اس قوم کا حصہ تھا
آسودگیِ حالت اس قوم کا حصہ تھا — پاکیزگیِ سیرت اس قوم کا حصہ تھا
ہر قول فقیہانہ ہر فعل حکیمانہ

جب سے کہ ستارہ ہے اس قوم کا پستی مین — جو نام کیا پیدا وہ نفس پرستی مین
یکسان رہی کیفیت ہشیاری و مستی مین — پامالِ خزان کبتک اس گلشنِ ہستی مین
کچھ رنگ جما اپنا او سبزۂ بیگانہ

اک وقت مین جو کی تھین اسلاف نے تدبیرین — اخلاف نے سب توڑین مضبوط وہ زنجیرین
برباد ہوئین کیا کیا اوقاف کی جاگیرین — صدہا ستمگر کہ وہ اُجڑی ہوئی تعمیرین
پہلے تھی جہان بستی اب ہو رہے ہین ویرانہ

جس قوم کا حصہ ہو خود بینی و خود رائی
محسوس اسے کیا ہو کمزوری بینائی
اس طرز تمدن پر ہنستے ہیں تماشائی
تمغائے حماقت ہے یہ دعویٰ دانائی
نادان سے نادان ہے فرزانہ سے فرزانہ

افراد کو گھیرے ہیں امراض جو نفسانی
گھٹتی ہی چلی جاتی ہے قوت ایمانی
اے قوم علاج اسکا ممکن ہے بآسانی
اسلام میں خود تیرے موجود ہے لاثانی
اخلاق کا اک مُہتم بالشان شفاخانہ

اے قوم کے نوخیزو رہا ہیں نہ چلو بیجا
برباد ہوں کیوں نسلیں کیوں تم پہ ہنسے دنیا
چوسی ہوئی ہڈی کو کیوں چوس کے ہو رسوا
کچھ نام کرو پیدا کچھ کام کرو کیا
گلیوں میں پڑے پھرنا مثل سگ دیوانہ

کھیلوں میں تماشوں میں عمر اپنی گنواتے ہو
پاتے ہو اگر تم دس تو بیس اڑاتے ہو
میلوں کے لیے عمدہ پوشاک بناتے ہو
جب پاس نہیں ہوتا تب قرض منگاتے ہو
برتے پہ مہاجن کے یہ ٹھاٹھ امیرانہ

کیون صرف خباثت ہی جو ذہن مین ہی تیزی
محسوب ہنر مندی ہر مفسدہ انگیزی
اخلاق نہ اسلامی اپنے ہین نہ انگریزی
ہی رشتۂ مذہب سے صرف اتنی دل آویزی
کھانیکو قسم ہی پاس اک سبحۂ صد دانہ

اعلے ہو کہ ادنے ہو ہم سب سے اکڑتے ہین
جتنا کوئی سمجھائے اُتنا ہی بگڑتے ہین
سیدھی جو کرین باتین معلوم ہو لڑتے ہین
جو کام کرین باہم لڑتے ہین جھگڑتے ہین
ہین انجمنین اپنی بازیچۂ طفلانہ

کچھہ قرض اگر لیلین پھر دین نہ قیامت تک
انکار کرین نوبت پہونچے جو عدالت تک
تائید ہین دینے کو تیار شہادت تک
قانون ہمین ازبر میعادِ سماعت تک
اور اُسکو سمجھتے ہین اک چال حریفانہ

تلبیس و دغا بازی مکاری و غداری
اغواء و فسون سازی طراری و عیاری
کیادی و غمازی عیاشی و میخواری
کذب و غلط اندازی اوباشی و خونخواری
یہ جملہ رذائل ہین فہرستِ سلحخانہ

محنت سے مشقت سی نفرت ہے ہمین نفرت
حاصل ہے ہر طولی پہ چوری مین جوے کی لت
ان سب سے بچے شاید تو بھیک کی ہے عادت
شیطانِ مجسم ہین لاحول و لاقوت
دھوکے کی ہے اک ٹٹی ملبوس شریفانہ

شیوہ جو ہمارا ہے بغض و حسد و کینہ
کچھ کام نہین دیتی اب اُلفتِ دیرینہ
کیا تاب کدورت سے رکھین جو دل آئینہ
ہر وقت نفاق آگین ہر شخص کا ہے سینہ
دو روز بھی آپس مین نبھتا نہین یارانہ

ناخواندہ پہونچتے ہین بو پاکے ضیافت کی
پھر اُسپہ رجز خوانی اظہارِ شرافت کی
عادت ہی نہین رکھتے ہم صبر و قناعت کی
افلاس کی شدت سے یہ حد ہے وقاحت کی
سُنتے ہین جہان دعوت گھس پڑتے ہین درانہ

حق خمس و زکوٰۃ اپنا زردار سمجھتے ہین
روزون کو نمازون کو بیکار سمجھتے ہین
مفلس جو مرے شرکت ہم عار سمجھتے ہین
میت کا اُٹھانا تک اک بار سمجھتے ہین
ڈر ہے کہ جو دین کاندھا دُکھنے نہ لگے شانہ

ناعاقبت اندیشی ہر بات مین رہتی ہے | اسوجہ سے بدنظمی اوقات مین رہتی ہے
جان ایسی دنائت سے آفات مین رہتی ہے | مقصود ریاکاری خیرات مین رہتی ہے
چار آدمی جب دیکھین تب صرف ہوا اک آنہ

ہر صنعت و حرفت سے ہم ہاتھ اُٹھا بیٹھے | ہر علم سے حکمت سے ہم ہاتھ اُٹھا بیٹھے
اسبابِ معیشت سے ہم ہاتھ اُٹھا بیٹھے | احکامِ شریعت سے ہم ہاتھ اُٹھا بیٹھے
ہے گرم فقط ہم سے اب محفلِ رندانہ

اُسوقت نہ ہو بخین گو جسوقت بلا دیجے | سُن لیجیے سو باتین اک وعظ سُنا دیجے
رُخ بھی نکرے کوئی مسجد جو بنا دیجے | ہان جاکے تھیٹر مین اک شمع جلا دیجے
پھر دیکھیے گرتا ہے پروانہ پہ پروانہ

اے لکھنؤ اے مرکزِ ہم اہلِ تشیع کے | کیا ہوگئے بتلا تو اربابِ ہمم تیرے
زندہ ہین ترے مُردے مُردہ ہین ترے زندے | اے کاش کوئی دیکھے عبرت کی نگاہون سے
وہ قبلہ و کعبہ کا مشہور عزاخانہ

گرتی ہوی دیواریں ہیں قوم سی فریادی
ٹوٹی ہوی محرابیں ہیں مائل بربادی
یہ مقبرہ اُسکا ہے جو قوم کا تھا ہادی
جنبش ہیں فرا آجا ای قوتِ امدادی
ہستی کا عمارت کی لبریز ہے پیمانہ

تیری رگِ غیرت میں گر کچھ بھی حرارت ہی
ای قوم دل افسردہ فرض اُسکی مرمت ہی
جو ہند کے خطے میں اک تختۂ جنت ہی
حیف اُسکی مرمت کو چندہ کی ضرورت ہی
چندہ نکہوں اسکو ہے خلد کا بیعانہ

بس قوتِ ہمدردی دل میں نہ اُٹھا محشر
ہیں جمع یہاں ماشاء اللہ کرم گستر
فصدِ رگِ غیرت کو درکار نہیں نشتر
ہاں جوش میں اب آجا یہ نظمِ صفی سُنکر
اے خونِ جوانمردی اے ہمتِ مردانہ

دلگداز

خوب اس دنیا کی ہم نے سیر کی — مدرسہ کی میکدہ کی دیر کی
فرطِ حیرت سے کچھ ایسے کھو گئے — ہم جہان پوہنچے وہین کے ہو گئے
جب کھلین آنکھین ہوی شرمندگی — چلتی پھرتی چھاؤن تھی یہ زندگی

یاد ایا میکہ ہمکو ہوش تھا — ابتدا مین انتہا کا جوش تھا
اپنے سرچشمہ سے ہم نزدیک تھے — فیض یابِ قوتِ تحریک تھے
نیتِ خالص ہمارے دل مین تھی — چاشنی ایمان کی آب و گل مین تھی
مرکزی قوت سے جب ہٹتے گئے — جسقدر بڑھتے گئے گھٹتے گئے
جب بڑھے منبع سے تیرہ سو قدم — کیا تھے اور کیا ہو گئے افسوس ہم
گر گئے بڑھکر عجب آفات مین — پھنس گئے خاشاکِ تسویلات مین
پھیلے اتنا صورتِ سیلاب ہم — رفتہ رفتہ ہو گئے پایاب ہم

گر یہی حالت رہی بے اشتباہ
کچھ دنوں میں خشک ہو جائیں گے آہ

چھوڑ کر خطِ صراط المستقیم
پڑ گئے چکر میں باللہ العظیم

صبر و استقلال کھو بیٹھے تمام
آبرو سے ہاتھ دھو بیٹھے تمام

ہاں ٹھہر اے گردشِ دوران ٹھہر
دیکھ لینے دے پلٹکر اک نظر

بحرِ ہستی اپنا دھارا پھیر دے
سوے مبدء رخ ہمارا پھیر دے

واقعوں سے اے محیطِ موج خیز
یہ ذرا سوے نشیب اتنا نہ تیز

تھوڑی دیر آرام کر دم لے ذرا
تھم کے بدلینا بہت جلدی ہے کیا

اے مری عمرِ رواں اے میری ناؤ
اسطرف کیوں جا جدھر کو ہے بہاؤ

ہاں نفس کے بادبانو اک ذرا
موڑ دو سینہ جہازِ عمر کا

جلد لے تاریخ اپنی دوربین
لا کے ہمکو دے کہ دیکھیں ہمنشین

اپنے آثارِ قدیمہ تھوڑی دیر
اور اس دریاے بے پایان کا پھیر

ہم وہی ہین جھیلتے تھے سختیان
تھی جب اولادِ اُمیہ حکمران

ہم وہی ہین تھے بلا مین مبتلا
جب زمانہ تھا بنی عباس کا

شیعگی تھی داخلِ جرم کبیر
اس خطا پر روز ہوتے تھے اسیر

چین سے رہنے نپاتے تھے کہین
ڈھونڈتے پھرتے تھے ہمکو اہلِ کین

کاٹے جاتے تھے ہمارے بند بند
ذبح یون ہوتے تھے جیسے گوسفند

سیکڑون ہی گھر جلا ڈالے گئے
زندہ ہم اکثر جلا ڈالے گئے

زندہ کیسے مُردے جلوائے گئے
کھود کر قبرین نکلوائے گئے

ہوتے تھے تشہیر بازارونمین ہم
جاتے تھے بندھ بندھکے دربارونمین ہم

گردنین داغی گئین اور ہاتھ بھی
کون سی توہین تھی جو اُٹھ رہی

لوٹا جاتا تھا ہمارا مال و زر
پھرتے تھے بیدست و پا ہم دربدر

سکونمین رہنے پائے کب غریب
موت غربت کی ہوی اکثر نصیب

جب ہوے داخل کسی تدبیر سے
مر کے نکلے خانۂ زنجیر سے

دفن کرنا تک ہمارا تھا گناہ
مر کے بیدفن و کفن رہتے تھے آہ

رُونے والے ہمکو رو سکتے نہ تھے
کچھ ہو مُنھ اشکون سے وُہ ہو سکتے نہ تھے

روتے اچیا نا جو اپنے حال پر
تازیانے پڑتے تھے اطفال پر

مشہدون پر بھی نہ پاتے تھے امان
بہتی تھین ہر جا لہو کی ندیان

گردنین لاکھون ہماری کٹ گئین
ڈھیر سے لاشون کی گلیان پٹ گئین

پتّھرونمین ہم دبائے جاتے تھے
سُولیون پر ہم چڑھائے جاتے تھے

قتل ہوتے تھے کبھی ہوتے تھے قید
خون کے پیاسے تھے عمرو بکر و زید

جب کوئی قصرِ ستم آرا بنا
خون سے سادات کے گارا بنا

دل شکن الفاظ سُنوائے گئے
زندہ دیوارون مین چُنوائے گئے

کاٹ کر لائی گئین نہرین کبھی
ہَل چلے قبرون پہ اُف ری بیکسی

جوش کیسا ماتمِ شبیر مین
رو نہ سکتے تھے غمِ شبیر مین

مقتداؤن پر ستم ہوتے رہے
ظلم سب پر بیش و کم ہوتے رہے

چین سے رہنے نہ پائے الحذر
گوشہ گیری مین ہوئین عمرین بسر

اس پہ بھی ہوتے رہے اکثر اسیر
زہر دلواتی رہی قوم شریر

سید سجاد سے لیکر تمام — تا جنابِ عسکریِ تلخ کام
مبتلائے قہر ہی آخر ہوئے — سب شہیدِ زہر ہی آخر ہوئے
تھی جو طوفانی زمانے کی ہوا — بجھ نجائے شمعِ دین یہ خوف تھا
کی اسی سے اُسنے غیبت اختیار — آپ کو ہمکو ہے جسکا انتظار

مبتلا تھے ہم جب اِن آفات مین — حد کی تھی شایستگی عادات مین
عمر ہوتی تھی تقیہ مین بسر — تھی مگر حفظِ عقائد پر نظر
جانتے تھے رازداری کی اصول — دل شکن بحثین نکرتے تھے فضول
دل مین تھا جوشِ ولاے پنجتن — پر زمانے کے موافق تھا چلن
مستعد رہتے تھے اپنے کام پر — تھی نظر آغاز مین انجام پر
قوتِ اخلاق سے بے اشتباہ — تھی ہمین تسخیرِ دل مین دستگاہ
تھین نہ باتین بوالفضولون کی طرح — رہتے تھے کانٹون مین پھولون کی طرح
ڈنگ بچھو کے زبانون مین نہ تھے — نیش زہریلے بیانون مین نہ تھے

کرتے تھے ہر علم و فن کا اکتساب — تھی مگر پیشِ نظر راہِ صواب
یون اضافی وصف پر ہم غش نہ تھے — وصفِ ذاتی سے کنارہ کش نہ تھے
تھا ہمارے علم پر شاہد عمل — تھے ہمین تہذیب مین ضرب المثل
ایک بھی لاکھون مین ناکارہ نہ تھا — سب بے ہمارے ملک کو چارہ نہ تھا
تھے ہمین اعلیٰ مناصب پر تمام — تھا ہمین سے سلطنت کا انتظام
جانتے تھے مُلکی و مِلّی حقوق — تھا ہمارے عدل پر سب کو وثوق
حد کا ہم مین جذبۂ اخلاق تھا — آستانہ مرجعِ آفاق تھا
اہلِ سیف اہلِ قلم ہم کیا نہ تھے — ہان مگر اسطرح بے پروا نہ تھے
قابلِ تقلید ہر کردار تھا — معتدل ایثار و استیثار تھا
ہمسے تھی شائستہ پائندگی — شخصی و اہلی و نوعی زندگی
علم الاحسان ہو کہ علم الاعتدال — یا ہو علم العدل تھا سب مین کمال
تھا طبیعت مین جو اخلاقی شعور — تھی تعامل مین بھی ہمواری ضرور
مختلف ہر چند تھے افرادِ قوم — متفق لیکن دم امدادِ قوم

پردہاے ساز رنگا رنگ تھے ۔ چھیڑ دے کوئی تو ہم آہنگ تھے
رہتے تھے باہم گر شیر و شکر ۔ کس مزے سے عمر ہوتی تھی بسر
تلخ اپنی زندگی ایسی نہ تھی ۔ اب جو حالت ہے کبھی ایسی نہ تھی
قوم کے افراد مین تھا اتفاق ۔ یون نہ تھا باہم گر بغض و نفاق
قوم کی جب عمر کا آئے خیال ۔ ہر صدی کو فرض کیجے ایک سال
اسطرح گن کر سمجھ لیجیے ذرا ۔ اس بلاکش قوم کا کیا سن ہوا
چودھوان نامِ خدا گو سال ہے ۔ صبح سے ہے تو شب نہین یہ حال ہے
ننگ پیری ہے جوانی قوم کی ۔ قصۂ پر غم کہانی قوم کی

قوم اے قوم اے مری مظلوم قوم ۔ مردہ دل افسردہ دل مغموم قوم
جوشِ ہمت وہ ترا کیا ہو گیا ۔ پانون راہ سعی مین کیون سو گیا
ہو گیا کیا وہ دماغ و دل ترا ۔ حل ہو کیونکر عقدۂ مشکل ترا
یہ تو ظاہر ہے کہ ہے تجکو بقا ۔ تا قیامِ قائمِ آلِ عبا

زندگی سے پھر تجھے کیون یاس ہے — مرگ کا ہر وقت کیون وسواس ہے
زندہ ہے لیکن بحالِ احتضار — زندہ قومون مین نہین تیرا شمار
دیکھ قومین جو تری ہم عمر ہین — بلکہ وہ تک تجھسے جو کم عمر ہین
نیز وہ جو تیری نسبت ہین مُسِن — کرتی جاتی ہین ترقی رات دن
اور ایک تو ہے کہ اطمینان سے — سو رہی ہے ہاتھ دھو کر جان سے
علم سے مطلب نہ حکمت سے غرض — نفس پر غالب جہالت کا مرض
قوم کی ہر فرد خود بین خود ستا — جو تھا لنکا مین وہ باون گز کا تھا
گو نہین تہذیبِ اخلاق اُسقدر — ناز ہے قومی شرافت پر مگر
گو کہ اک جزوِ معطل ہین ہمین — پر زمانے بھر سے افضل ہین ہمین
صنعت و حرفت سے ہمکو ننگ و عار — باپ دادا تھے وزیر و شہریار
پیشہ ور مزدور کہلائین یہ کیا — بازیون سے دل نہ بہلائین یہ کیا
ہم کرین محنت یہ دل کو شاق ہے — فکرِ روزی کیا خدا رزاق ہے
لکھنا پڑھنا جسکو شُدبُد آگیا — وہ تو عنقا سے تفرد پا گیا

اُس سے بڑھکر کون ہے صاحب کمال
گل جسے از بر ہو بستانِ خیال

کچھ ہوئی پیدا تو یون خوبی ہوئی
پستیِ اخلاق مین ڈوبی ہوئی

دین جواب اسکا جو سمجھاؤ کہین
تم کوئی قاضی نہین مفتی نہین

کون تم سمجھانے والے بار بار
ہمکو اپنے فعل کا ہے اختیار

تیرہ بختی کا ہماری ہے یہ حال
ایک بھی سو مین نہین روشن خیال

شرم ! شرم !! اے قوم یہ خوابِ گران
اُٹھ رہی ہین دیکھ تجپر انگلیان

خواب وہ سکتہ سے بدتر ہے جو خواب
خواب وہ خوابِ اجل کا ہمرکاب

بے سبب کیا غل مچانے آئے ہین
نیند سے تجکو جگانے آئے ہین

عمر ہے غفلت مین ساری کھو رہی
کیا ہی میٹھی نیند سے تو سو رہی

ہم نے یہ مانا جوانی کی ہے نیند
یا خمارِ سرگرانی کی ہے نیند

یا علی کہکر مگر اُٹھ بیٹھ قوم
تا بکجا آخر یہ استیلاے نوم

ہے اگر ناساز کچھ تیرا مزاج
ہین اطبا جمع ۔ کرانکا علاج

۴ جب زمانہ اور تھا اب اور ہی — خسرو برطانیہ کا دور ہی
۵ اپنی اصلاح ہونہین تو آزاد ہی — مہربان بچپر شفیق اُستاد ہی
۶ کچھ ترقی کے قدم آگے بڑھا — اپنی غفلت کو نہ جھنڈے پر چڑھا
۷ جا سبق پڑھ مکتبِ اخلاق مین — بن ذرا ہر دل عزیز آفاق مین
۸ دوست کو دشمن بنایا بھی تو کیا — لطف جب ہی دوست دشمن کو بنا
یاد کر خُلقِ نبیؐ خُلقِ علیؑ — سہتے تھے ظلم خفی ظلمِ جلی
کام لیتے تھے تحمل سے مگر — رفعِ شر ہر وقت تھا مدِّ نظر
۹ یہ سُنا تو ہوگا لیکن پھر سُنو — جو مرے گُڑ سے اُسے کیون زہر دو
دل ہی شیشہ بھر کے دیکھو تو ذرا — بادہ دع ماکدر خذ ما صفا
۱۰ اس سے بہتر کچھ نہین آفاق مین — قوتِ اعجاز ہے اخلاق مین
۱۱ نفس کو اخلاق سے کامل کرو — دین و دنیا دونو پھر حاصل کرو
۱۲ دین کی پابندیون کے ساتھ ساتھ — ہاتھ مین لو دولتِ دنیا کا ہاتھ
۱۳ اتفاقِ باہمی پیدا کرو — قوم مین کیون برہمی پیدا کرو

شہرتِ ذاتی کا چھوڑ و وسوسہ — سالکے کھولو ایک قومی مدرسہ
صنعت و حرفت کا وہ اسکول ہو — انتظام اسکا مگر معقول ہو
بورڈنگ ہوس آپ جسمین کہہ سکین — طالب العلم آکے اکثر رہ سکین
جو بنائی جائے تعلیمی نصاب — ہوشیاری سے ہو اوسکا انتخاب
جامع و نافع وہ درسیات ہون — دنیوی و دینی ضروریات ہون
مجکو جب پیدا ہوا تھا یہ خیال — کم سے کم اوسکو ہوے بائیس سال
نخل فریاد اک پرانی مثنوی — دیکھ لیجیئے ہے اسی مضمون کی
صنعت و حرفت ہو جسکا ماحصل — کون اوس تحریک پر کرتا عمل
سنکے درد انگیز فریادِ صفی — قوم نے افسوس کروٹ تک نلی
خوابِ غفلت مین پڑی سوتی رہی — مہدِ نکبت مین پڑی سوتی رہی
قیمتی وقت اسقدر ضائع کیا — ساتھ اوسکے مال و زر ضائع کیا
بعدِ مدت خواب سے چونکی تو ہے — دیکھیے کرتی ہے کیا اب قوم طے
کرتی ہے عرضِ ندامت یا نہین — ہوتی ہے سرگرم محنت یا نہین

دے الٰہی قوم کو توفیقِ نیک
بہرہ ور علم و عمل سے ہو ہر ایک

مبتلائے جہل ساری قوم ہے
واہ کیا ہم کیا ہماری قوم ہے

ہو گئی ہے فرطِ عشرت سے ہلاک
قوم کی حالت بہت ہے شرمناک

قوم کو کہتا تو ہون غور کیا ہو نہین
قوم کے دامن کا اک دھبا ہون نہین

قوم مین مجسا نہ ہو گا ننگِ قوم
قوم آئینہ مری مین زنگِ قوم

مجسا کب ہو گا کوئی بدنامِ قوم
گردِ روئے قوم و دُردِ جامِ قوم

اب کہانتک قوم کا دُکھڑا صفی
ختم بھی ہو گی کبھی یہ مثنوی

جمع ہین دیکھو جوانمردانِ قوم
مصلحانِ قوم و ہمدردانِ قوم

قوم کی اصلاح ہو فکر ہے
رات دن باہم اسیکا ذکر ہے

منزلین طے کرکے آئے ہین یہان
تین دن سے ہین تمھارے میہمان

خدمتِ قومی سمجھتے ہین جو فرض
اُنکی خدمت مین کرو اسطرح عرض

اے معزز میہمانو محسنو
قوم کے راحت رسانو محسنو

ہم ادا کرتے ہین سب کا شکریہ
ہے زبان و دل سراپا شکریہ

آپ آئے محفل آرائی ہوی
لکھنؤ کی عزّت افزائی ہوی

ہین معالج آپ جس کے واقعی
ہین اُسی بیمار کے ہم خدمتی

مشترک تشویش مین تھے مبتلا
میہمان و میزبان صبح و مسا

کیا کہین کچھ بھی نہ خاطر کرسکے
دل کی حالت کو نہ ظاہر کرسکے

آپ کے بیمار کے تیماردار
عفوِ تقصیرات کے ہین خواستگار

بندہ پرور آپ کو آنا نصیب
سالِ آیندہ ہمین لانا نصیب

فی امان اللہ ای ارکانِ قوم
فخرِ قوم ای تاجِ قوم ای جانِ قوم

ضمیمہ

غزل حالیہ	قطعۂ وداعیہ
متعلق رزولیوشن وقف	بروقتِ اختتامِ جلسہ

مصنفۂ

مولانا صفی لکھنوی مدظلہ العالی

یہ منظوماتِ فی البدیہہ

سنہ ۱۹۰۷ء

گذشتہ جلسۂ آل انڈیا شیعہ کانفرنس مین پڑھے گئے تھے

غزل حالیہ

ہم اپنا دردِ دل رو رو کے بیتابانہ کہتے ہین
آسی خوش رہین وہ جو ہمین دیوانہ کہتے ہین

اسی شہرِ خموشان ہین جسے ویرانہ کہتے ہین
سنو ذرّے زبانِ حال سے افسانہ کہتے ہین

انہین کا دور تھا و فقت عروجِ نشۂ دولت
چھلکتا تھا ترقی کا جسے پیمانہ کہتے ہین

بنائے خیر قائم کر کے گہری نیند سوی ہین
اسی کو اہلِ ہمت ہمتِ مردانہ کہتے ہین

کمایا عمر بھر خود اور ہین اوسکا کیا تمکو
اسی کا نام ہے الفت اسے یارانہ کہتے ہین

مگر قربان ہم ابھی اس اندازِ تدین کے
یگانے کیا کہین گے جو ہمین بیگانہ کہتے ہین

نظر او پر نہین اے قوم جو تیرے فدائی ہین
اسے بھی ہم نرا اک نازِ معشوقانہ کہتے ہین

تنگ آگئے ہین مردے تک ہماری قوم کی تا ہمون
ابھی تک چپ تھے لو ہم آج آزادانہ کہتے ہین

ہماری زندگی بھی کتنی عبرت خیز تھی یارب — کہ جسکے حال کا افسانہ گو افسانہ کہتے ہین
مگر آتی ہے داغِ دل سے بو سوزِ محبت کی — کہ سب اسکو چراغِ مشہدِ پروانہ کہتے ہین
کبھی گورِ غریبان کی طرف بھولے سے آنکلو — اُس آبادی کو بھی دیکھو جسے ویرانہ کہتے ہین
کرے ہلے کسی گستاخ کردا آخر صفی مارا — جو وہ افسانہ سُنتے ہین تو ہم افسانہ کہتے ہین

قطعۂ وداعیہ

وہ مہمان آئین وہ مہمان آئین — اسی دن کی ہم مانگتے تھے دعائین
کہین دل نے چھیڑا ہے پھر سازِ ماتم — سنو آرہی ہین یہ کیسی صدائین
خدا حافظ اے قوم کے مہمان نثارو — نہ بھولین گی ہرگز تمھاری وفائین
معاف اے مرے جانیوالے مسافر — اگر ہم سے کچھ ہو گئی ہون خطائین
یہ چمکتے ستارو چمک یون دکھا دو — کہ پھر غیر قومون کو ہم منھ دکھائین
کنول اک ذرا دل کا بجھنے نہ پائے — پریشان بہت چل رہی ہین ہوائین
یہ بگڑی ہوئی زلف کیسی سنواری — ادھر آؤ لے لین تمھاری بلائین

اعلان

مین نے باجازت مصنف اسے چھپوایا ہے - کوئی صاحب

قصد طبع نفرمائین - جتنی کاپیان مطلوب ہون عاصی سے طلب فرمائین -

المشتھر

سید عابد حسین کاشف عفی عنہ

لکھنؤ مولوی گنج مکان جناب مولانا

سید علی تقی صاحب صفی مدظلہ

-:RULES:-

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1/- per volume per day shall be charged for text-books and 10 P. per vol. per day for general books kept overdue.